# میرے نانا..........
# (مولانا محمد اسحاق بھٹی)

محمد نعمان اسحاق (نواسہ مولانا محمد اسحاق بھٹی)

کہتے ہیں کہ زندگی ایک تسلسل کا نام ہے، اگر اس تسلسل میں محنت، ہمت، مستقل مزاجی، جوش، جذبہ اور بلند حوصلہ جیسے عناصر شامل ہو جائیں تو پھر انسان کو آگے بڑھنے اور اپنے خوابوں کی تعمیل تک پہنچنے کے لیے دنیا کی کوئی طاقت آڑے نہیں آسکتی۔ بس کچھ ایسی ہی خصوصیات کے حامل تھے میرے مولانا۔ جی ہاں! مولانا سے میری مراد مولانا محمد اسحاق بھٹی ہیں۔ میں انھیں بطور نانا ''ابو جی'' کے نام سے پکارتا تھا لیکن اکثر اوقات سنجیدہ موضاعات اور ان کے علمی تدبر سے استفادہ کرنے کے لیے دوران گفتگو میں انھیں مولانا کے نام سے پکارا کرتا تھا اور بعض دفعہ بحثیت دوست تکلفانہ انداز میں بھی۔ میرا علمی ذوق اتنا بلند نہیں کہ میں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب جیسی بلند پایہ شخصیت کے بارے میں ایک حرف بھی لکھ سکوں، نہ ہی میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں۔

مولانا ہمہ گیر خصوصیات کی حامل ایک مکمل شخصیت تھے۔ لوگوں کو لکھنے اور پڑھنے کا شوق ہوتا ہے پر شاید مولانا کو جنون تھا اور یہ جنون ان کی زندگی کی آخری سانسوں تک ان پر سوار رہا۔ آپ اس جنون کی تپش کا اندازہ کیجیے کہ زندگی کی ڈور کٹنے سے قبل جب وہ ہسپتال میں آخری سانسیں لے رہے تھے اور ڈاکٹرز نے انھیں زیادہ بولنے اور کسی سے ملنے سے منع کر دیا تھا، اس حالت میں بھی انھوں نے گھر فون کر کے بتایا کہ فلاں الماری میں فلاں جگہ پر جو دو کتب ہیں وہ لے کر آؤ۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ لکھنا ان کی بھوک تھی اور پڑھنا پیاس، اسی لیے قریباً پچاس ہزار سے زائد اوراق لکھنے اور ان کی لائبریری میں دس ہزار سے زائد کتب موجود ہونے کے باوجود نا تو ان کی لکھنے کی بھوک ختم ہو سکی اور نہ ہی پڑھنے کی پیاس۔

عام طور پر عمر کے ساتھ انسان کی ترجیحات، مزاج، کام کرنے سکت، ہمت، جوش، ولولے اور حوصلے میں تبدیلی اور کمی واقع ہو جاتی ہے۔ مگر مولانا دوران زندگی وقت کی جس ریل گاڑی میں سوار تھے جو ہر گزرتے ہوئے لمحے، منٹ، گھنٹے، دن، ہفتے، مہینے اور سال کے ساتھ مزید تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ ان کی عمر اور کام کرنے کی رفتار کو دیکھ کر بظاہر لگتا تھا کہ وقت کہیں ان کے لیے ٹھہر سا گیا ہے۔ البرٹ آئن سٹائن کی تھیوری آف سپیشل ریلاٹیولی (Theory of Special Relatively) کے مطابق اگر انسان ایک خاص رفتار سے زیادہ رفتار میں سفر کرے تو وقت اس کے لیے ٹھہر جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے کام کرنے کی رفتار کو آئن سٹائن کی بتائی ہوئی اس خاص رفتار سے تیز کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے مضمون نگاری، ادب، تاریخ اور تحقیق کے میدان میں تن تنہا بطور فرد جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے وہ کئی افراد، جماعتیں، تنظیمیں، ادارے اور یونیورسٹیاں بھی کرنے سے قاصر دکھائی دیتی ہیں۔ میں جب بھی ان سے ملتا مجھے ان کی آنکھوں میں مصمم ارادوں کی چمک دکھائی دیتی، یہی وجہ ہے کہ زندگی کی نوے بہاریں دیکھنے، بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے، بچپن سے جوانی اور بڑھاپے تک والدین، بہن بھائیوں، زوجہ کے انتقال اور مختلف نامساعد حالات کا سامنا کرنے کے باوجود نہ تو ان کی آگے بڑھنے کی آگ ٹھنڈی ہوئی، نہ ہی پایۂ استقلال میں لغزش آئی اور نہ ہی ان کی آنکھوں میں موجود مصمم ارادوں کی چمک ماند پڑی۔

میں نے کبھی انھیں مسلسل پانچ سے چھ گھنٹے تک سوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ سارا دن کاغذ قلم پکڑ کر کام کرتے۔ اسی دوران اگر کوئی ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو کبھی انکار نہیں کرتے، اور ہر بار ملنے والے سے ایسی گرمجوشی سے ملتے کہ جیسے پہلی بار ہی مل رہے ہوں، خواہ آخری ملاقات چند گھنٹے تو کیا چند لمحے پہلے ہی ہوئی ہو اور وہ شخص ملاقات کے دوران اپنی کوئی چیز میز پر بھول گیا ہو اور اسی اثناء میں دوبارہ حاضر ہوا ہو۔

رات کو عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کام کرتے، پھر سو جاتے اور صبح تہجد تک دو سے تین بار

مختلف نشستوں میں بار بار کام کرتے۔ تہجد کی نماز کے بعد اللہ کے حضور ایسی گڑگڑا کر، زار و قطار آنسوؤں کے ساتھ دعا مانگتے کہ اکثر ساتھ والے کمرے میں سوئے ہوئے مجھ سمیت گھر کے افراد جاگ جاتے۔ دعا اس قدر عاجزی کے ساتھ مانگتے کہ اگر کوئی سن لے تو اسے دعا کی قبولیت کا یقین ہو جائے۔ اس دعا میں خاندان کے ایک ایک فرد کا نام لیتے، ساتھ اگر کسی دوست یا ہمسائے نے کوئی مشکل بتائی ہوتی تو اس کو بھی شامل کرتے اور اپنی بخشش کا بھی سوال کرتے۔

مولانا بڑوں اور بچوں سمیت سب کو دوران گفتگو آپ کہتے، تم، توں، تیرا سے یکسر گریز کرتے۔

خوراک کافی کم تھی، بس زندہ رہنے کے لیے کھاتے۔ کھانے میں جب بھی، جو بھی ملتا صبر، شکر کر کے کھا لیتے اور کھانے کے دوران یا بعد میں کبھی نمک یا مرچ کے زیادہ یا کم ہونے کا گلہ نہ کرتے۔ جس محفل میں بھی حاضر ہوتے اس محفل کے روح رواں وہی ہوتے۔ سنجیدہ موضوعات کی گفتگو اور یہاں تک کہ تقاریر میں بھی اپنی مزاح نگاری کی بدولت ایسے رنگ بھرتے کہ حاضرین خوب محظوظ ہوتے ہوئے بڑی دلچسپی سے بات سنتے۔

مولانا کے متعلق چند سطریں انہی کی نشست پر بیٹھا تحریر کر رہا ہوں۔ مزید باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن اب یہ دل ان کے ساتھ گزرے ہوئے خوشگوار لمحوں کی چار دیواری میں سمٹی ہوئی یادوں کے سمندر میں پوری طرح کچھ ایسے غوطہ زن ہو گیا ہے کہ ان بھیگی ہوئی آنکھوں میں صرف ان کی تصویر نظر آ رہی ہے اور قلم بھی چلنے سے قاصر ہے۔ بقول شاعر

بتوں پہ جا کے دل مبتلا نہیں آتا
پکارتا ہوں تو کہتا ہے جا نہیں آتا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ابو جی (نانا) کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے اور انھیں جنت الفردوس میں انبیاء کرام اور ان تمام نیک شخصیات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ جن کے بارے میں آخری سانسوں تک ان کا قلم چلتا رہا۔ (آمین یارب العالمین)